حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

ولادت باسعادت

علماء کا بیان ہے کہ امام المتقین حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بتاریخ ۱۰/ رجب المرجب ۱۹۵ھ بمطابق ۸۱۱ء یوم جمعہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے تھے (روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۶، شواہد النبوت ص ۲۰۴، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷) ۔

علامہ یگانہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں چونکہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے کوئی اولاد آپ کی ولادت سے قبل نہ تھی اس لئے لوگ طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے تھے کہ شیعوں کے امام منقطع النسل ہیں یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اولاد کا ہونا خدا کی عنایت سے متعلق ہے اس نے مجھے صاحب اولاد کیا ہے اور عنقریب میرے یہاں مسند امامت کا وارث پیدا ہوگا چنانچہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی (ارشاد ص ۴۷۳) ۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے یہاں جو بچہ عنقریب پیدا ہوگا وہ عظیم برکتوں کا حامل ہوگا (اعلام الوری ص ۲۰۰) ۔

واقعہ ولادت کے متعلق لکھا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی بہن جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے بھائی نے مجھے بلا کر کہا کہ آج تم میرے گھر میں قیام کرو، کیونکہ خیزران کے بطن سے آج رات کو خدا مجھے ایک فرزند عطا فرمائے گا، میں نے خوشی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی جب رات آئی تو ہمسایہ کی اور چند عورتیں بھی بلائی گئیں، نصف شب سے زیادہ گزرنے پر یکایک وضع حمل کے آثار نمودار ہوئے یہ حال دیکھ کر میں خیزران کو حجرہ میں لے گئی، اور میں نے چراغ روشن کر دیا تھوڑی دیر میں امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے میں نے دیکھا کہ وہ مختون اور ناف بریدہ ہیں ولادت کے بعد میں نے انہیں نہلانے کے لیے طشت میں بٹھایا، اس وقت جو چراغ روشن تھا وہ گل ہو گیا مگر پھر بھی اس حجرہ میں روشنی بدستور رہی، اور اتنی روشنی رہی کہ میں نے آسانی سے بچہ کو نہلا دیا،

تھوڑی دیر میں میرے بھائی امام رضا علیہ السلام بھی وہاں تشریف لے آئے میں نے نہایت عجلت کے ساتھ صاحبزادے کو کپڑے میں لپیٹ کر حضرت کی آغوش میں دیدیا آپ نے سر اور آنکھوں پر بوسہ دیے کر پھر مجھے واپس کر دیا، دو دن تک امام محمد تقی علیہ السلام کی آنکھیں بند رہیں تیسرے دن جب آنکھیں کھلیں تو آپ نے سب سے پہلے آسمان کی طرف نظر کی پھر داہنے بائیں دیکھ کر کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا میں یہ دیکھ کر سخت متعجب ہوئی اور میں نے سارا ماجرا اپنے بھائی سے بیان کیا، آپ نے فرمایا تعجب نہ کرو، یہ میرا فرزند حجت خدا اور وصی رسول ہدی ہے اس سے جو عجائبات ظہور پذیر ہوں، ان میں تعجب کیا؟ محمد بن علی ناقل ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان اسی طرح مہر امامت

تھی جس طرح دیگر آئمہ علیہم السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان مہریں ہوا کرتی تھیں (مناقب)۔

نام کنیت اور القاب

آپ کا اسم گرمی ،لوح محفوظ کے مطابق ان کے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السلام نے "محمد" رکھا آپ کی کنیت "ابو جعفر" اور آپ کے القاب جواد، قانع، مرتضی تھے اور مشہور ترین لقب تقی تھا (روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۶، شواہد النبوت ص ۲۰۲، اعلام الوری ص ۱۹۹) ۔

بادشاہان وقت

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت ۱۹۵ ھ میں ہوئی اس وقت بادشاہ وقت ،امین ابن ہارون رشید عباسی تھا (وفیات الاعیان)۔

۱۹۸ ہجری میں مامون رشید بادشاہ وقت ہوا (تاریخ خمیس وابوالفداء) ۲۱۸ ہجری میں معتصم عباسی خلیفہ وقت مقرر ہوا (ابوالفداء)۔

اسی معتصم نے ۲۲۰ ہجری میں آپ کو زہر سے شہید کرادیا (وسیلۃ النجات)۔

امام محمد تقی کی نشو نما اور تربیت

یہ ایک حسرتناک واقعہ ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کو نہایت کمسنی ہی کے زمانہ میں مصائب اور پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جانا پڑا انہیں بہت ہی کم اطمینان اور سکون کے لمحات میں ماں باپ کی محبت اور شفقت وتربیت کے سایہ میں زندگی گزارنے کا موقع مل سکا آپ کو صرف پانچ برس تھا،جب حضرت امام رضا علیہ السلام مدینہ سے خراسان کی طرف سفر کرنے پر مجبور ہوئے امام محمد تقی علیہ السلام اس وقت سے جو اپنے باپ سے جدا ہوئے تو پھر زندگی میں ملاقات کا موقع نہ ملا،امام محمد تقی علیہ السلام سے جدا ہونے کے تیسرے سال امام رضا علیہ السلام کی وفات ہو گئی، دنیا سمجھتی ہو گی کہ امام محمد تقی کے لیے علمی اور عملی بلندیوں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا، اس لیے اب امام جعفر صادق علیہ السلام کی علمی مسند شاید خالی نظر آئے مگر خالق خدا کی حیرت کی انتہا نہ رہی جس اس کمسن بچے کو تھوڑے دن بعد مامون کے پہلو میں بیٹھ کر بڑے بڑے علماء سے فقہ وحدیث و تفسیر اور کلام پر مناظرے کرتے اور ان سب کو قائل ہو جاتے دیکھا ان کی حیرت اس وقت تک دور ہونا ممکن نہ تھی جب تک وہ مادی اسباب کے آگے ایک مخصوص خداوندی مدرسہ تعلیم وتربیت کے قائل نہ ہوتے جس کے بغیر یہ معمہ نہ حل ہوا، اور نہ کبھی حل ہو سکتا ہے (سوانح امام محمد تقی ص ۴) ۔

مقصد یہ ہے کہ امام کو علم لدنی ہوتا ہے یہ انبیاء کی طرح پڑھے لکھے اور تمام صلاحیتوں سے بھرپور پیدا ہوتے ہیں انہوں نے سرورکائنات کی طرح کبھی کسی کے سامنے زانوئے تلمذ نہیں تہ کیا اور نہ کرسکتے تھے، یہ اس کے بھی محتاج نہیں ہوتے تھے کہ آباؤاجداد انہیں تعلیم دیں، یہ اور بات ہے کہ ازدیاد علم وشرف کے لیے ایسا کردیا جائے، یا علوم مخصوصہ کی تعلیم دیدی جائے۔

والد ماجد کے سایہ عاطفیت سے محرومی

یوں تو عمومی طور پر کسی کے باپ کے مرنے سے سایہ عاطفت سے محرومی ہوا کرتی ہے لیکن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنے والد ماجد کے سایہ عاطفت سے ان کی زندگی ہی میں محروم ہوگئے تھے،ابھی آپ کی عمر ۶ سال کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ اپنے پدر بزرگوار کی شفقت وعطوفت سے محروم کردیئے گئے اور مامون رشید عباسی نے آپ کے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنی سیاسی غرض کے ماتحت مدینہ سے خراسان طلب کرلیا۔

اور ساتھ ہی یہ شق بھی لگادی کہ آپ کے بال بچے مدینہ ہی میں رہیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ سب کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر خراسان تشریف لے گئے اور وہیں عالم غربت میں سب سے جدا مامون رشید کے ہاتھوں ہی شہید ہو کر دنیا سے رخصت ہوگئے۔

آپ کے مدینہ سے تشریف لے جانے کا اثر خاندان پر یہ پڑا کہ سب کے دل کا سکون جاتا رہا اور سب کے سب اپنے کو زندہ درگور سمجھتے رہے بالآخر وہ نوبت پہنچی، کہ آپ کی ہمشیرہ جناب فاطمہ جو بعد میں "معصومہ قم" کے نام سے ملقب ہوئیں،انتہائی بے چینی کی حالت میں گھر سے نکل کر خراسان کی طرف روانہ ہوئیں،ان کے دل میں جذبات یہ تھے کہ کسی طرح اپنے بھائی علی رضا علیہ السلام سے ملیں، لیکن ایک روایت کی بناء پر آپ مدینہ سے روانہ ہو کر جب مقام ساوہ میں پہنچیں تو علیل ہوگئیں،آپ نے پوچھا کہ یہاں سے قم کتنی دور ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہاں سے قم کی مسافت دس فرسخ ہے،آپ نے خواہش کی کہ کسی صورت سے وہاں پہنچادی جائیں، چنانچہ آپ آل سعد کے رئیس موسی بن خزرج کی کوششوں سے وہاں پہنچیں اور اسی کے مکان میں ۱۷/ یوم بیمار رہ کر اپنے بھائی کو روتی پیٹتی دنیا سے رخصت ہوگئیں اور مقام "بابلان" قم میں دفن ہوئیں یہ واقعہ ۲۰۱ ہجری کا ہے (انوارالحسینیہ جلد ۴ ص ۵۳) ۔

اور ایک روایت کی بناپر آپ اس وقت خراسان پہنچیں جب بھائی شہید ہوچکا تھا اور لوگ دفن کے لیے کالے کالے علموں کے سایہ میں لیے جارہے تھے آپ قم آکر وفات پاگئیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے لیے حضرت امام رضا علیہ السلام کی جدائی ہی کیا کم تھی کہ اس پر مستزاد اپنی پھوپھی کے سایہ سے بھی محروم ہوگئے ہمارے امام کے لیے کمسنی میں یہ دونوں صدمے انتہائی تکلیف دہ اور رنج رساں تھے لیکن مشیت ایزدی میں چارہ نہیں آخر آپ کو تمام مراحل کا مقابلہ کرنا پڑا اور آپ صبر وضبط کے ساتھ ہر مصیبت کو جھیلتے رہے۔

مامون رشید عباسی اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا پہلا سفر عراق

عباسی خلیفہ مامون رشید حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت سے فراغت کے بعد یا اس لیے کہ اس پر امام رضا کے قتل کا الزام ثابت نہ ہوسکے یا اس لیے کہ وہ امام رضا کی ولیعہدی کے موقع پر اپنی لڑکی ام حبیب کی شادی کا اعلان بھی کر چکا تھا کہ ولی عہد کے فرزند امام محمد تقی کے ساتھ کرے گا اسے نبھانے کے لیے یا اس لیے کہ ابھی اس کی سیاسی ضرورت اسے امام محمد تقی کی طرف توجہ کی دعوت دے رہی تھی، بہرحال جو بات بھی ہو، اس نے یہ فیصلہ کرلیا کہ امام محمد تقی علیہ السلام کو مدینہ سے دعوت نامہ ارسال کیا اور انہیں اسی طرح مجبور کرکے بلایا جس طرح امام رضا علیہ السلام کو بلوایا تھا "حکم حاکم مرگ مفاجات" بالاخر امام محمد تقی علیہ السلام کو بغداد آنا پڑا۔

بازار اور مچھلی کا واقعہ

امام محمد تقی علیہ السلام جن کی عمر اس وقت تقریبا ۹ سال کی تھی ایک دن بغداد کے کسی گزرگاہ میں کھڑے ہوئے تھے اور چند لڑکے وہاں کھیل رہے تھے کہ ناگہاں خلیفہ مامون کی سواری دکھائی دی، سب لڑکے ڈر کر بھاگ گئے مگر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنی جگہ پر کھڑے رہے جب مامون کی سواری وہاں پہنچی تو اس نے حضرت امام محمد تقی سے مخاطب ہو کر کہا کہ صاحبزادے جب سب لڑکے بھاگ گئے تھے تو تم کیوں نہیں بھاگے انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ میرے کھڑے رہنے سے راستہ تنگ نہ تھا جو ہٹ جانے سے وسیع ہو جاتا اور میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ ڈرتا نیز میرا حسن ظن ہے کہ تم بے گناہ کو ضرر نہیں پہنچاتے مامون کو حضرت امام محمد تقی کا انداز بیان بہت پسند آیا۔

اس کے بعد مامون وہاں سے آگے بڑھا، اس کے ساتھ شکاری باز بھی تھے جب آبادی سے باہر نکل گیا تو اس نے ایک باز کو ایک چکور پر چھوڑا باز نظروں سے اوجھل ہو گیا اور جب واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی جس کو دیکھ کر مامون بہت متعجب ہوا تھوڑی دیر میں جب وہ اسی طرف لوٹا تو اس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو دوسرے لڑکوں کے ساتھ وہیں دیکھا جہاں وہ پہلے تھے لڑکے مامون کی سواری دیکھ کر پھر بھاگے لیکن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بدستور سابق وہیں کھڑے رہے جب مامون ان کے قریب آیا تو مٹھی بند کرکے کہنے لگا کہ صاحبزادے بتاؤ، میرے ہاتھ میں کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے دریائے قدرت مین چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں اور سلاطین اپنے باز سے ان مچھلیوں کا شکار کرکے اہلبیت رسالت کے علم کا امتحان لیتے ہیں یہ سن کر مامون بولا! بے شک تم علی بن موسی رضا کے فرزند ہو، پھر ان کو اپنے ساتھ لیتا گیا (صواعق محرقہ ص ۱۲۳، مطالب السول ص ۲۹۰، شواہد النبوت ص ۲۰۴، نور الابصار ص ۱۴۵، ارجح المطالب ص ۴۵۹)۔

یہ واقعہ ہماری بھی بعض کتابوں میں ہے اس واقعہ کے سلسلہ میں میں نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے ان میں "ان اللہ خلق فی بحر قدرتہ سمکا صغارا" مندرج ہے البتہ بعض کتب میں "بین السماء والھواء" لکھا ہے، اول الذکر کے متعلق تو تاویل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ہر دریا خداہ کی قدرت سے جاری ہے اور مذکورہ واقعہ میں امکان قوی ہے کہ باز اسی زمین پر جو دریا ہیں انھیں کے کسی ایک سے شکار کرکے لایا ہوگا البتہ آخر الذکر کے متعلق کہا جاسکتا ہے:

۱۔ جہاں تک مجھے علم ہے ہر گہرے سے گہرے دریا کی انتہا کسی سطح ارضی پر ہے۔

۲۔ بقول علامہ مجلسی بعض دریا ایسے ہیں جن سے ابر چھوٹی مچھلیوں کو اڑا کر اوپر لے جاتے ہیں۔

۳۔ ۱۹۲۳ء کے اخبار میں یہ شائع ہو چکا ہے کہ امریکہ کی نہر پانامہ میں جو سڈوبول بندرگاہ کے قریب ہے مچھلیوں کی بارش ہوئی ہے۔

۴۔ آسمان اور ہوا کے درمیان بحر متلاطم سے مراد فضا کی وہ کیفیات ہوں جو دریا کی طرح پیدا ہوتے ہیں۔

۵۔ کہا جاتا ہے کہ علم حیوان میں یہ ثابت ہے کہ مچھلی دریا سے ایک سو پچاس گز تک بعض حالات میں بلند ہو جاتی ہے بہر حال انہیں گہرائیوں کی روشنی میں فرزند رسول نے مامون سے فرمایا کہ بادشاہ بحر قدرت خداوندی سے شکار کرکے لایا ہے اور آل محمد کا امتحان لیتا ہے۔

ام الفضل کی رخصتی، امام محمد تقی علی السلام کی مدینہ کو واپسی

اور

حضرت کے اخلاق واوصاف عادات وخصائل

اس شادی کا پس منظر جو بھی ہو، لیکن مامون نے نہایت اچھوتے انداز سے اپنی لخت جگر ام الفضل کو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے حبالہ نکاح میں دیدیا تقریبا ایک سال تک امام علیہ السلام بغداد میں مقیم رہے، مامون نے دوران قیام بغداد میں آپ کی عزت وتوقیر میں کوئی کمی نہیں کی "الی ان توجہ بزوجتہ ام الفضل الی المدینۃ المشرفۃ"۔ یہاں تک آپ اپنی زوجہ ام الفضل سمیت مدینہ مشرفہ تشریف لے آئے (نورالابصار ص ۱۴۶)۔

مامون نے بہت ہی انتظام واہتمام کے ساتھ ام الفضل کو حضرت کے ساتھ رخصت کر دیا۔

علامہ شیخ مفید، علامہ طبرسی، علامہ شبلنجی، علامہ جامی علیہم الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام اپنی اہلیہ کو لئے ہوئے مدینہ تشریف لے جا رہے تھے، آپ کے ہمراہ بہت سے حضرات بھی تھے چلتے چلتے شام کے وقت آپ وارد کوفہ ہوئے وہاں پہنچ کر آپ نے جناب مسیب کے مکان پر قیام فرمایا اور نماز مغرب پڑھنے کے لیے وہاں کی ایک نہایت ہی قدیم مسجد میں تشریف لے گئے آپ نے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا، پانی آنے پر ایک ایسے درخت کے تھالے میں وضو کرنے لگے جو بالکل خشک تھا اور مدتوں سے سرسبزی

اور شادابی سے محروم تھا امام علیہ السلام نے اس جگہ وضو کیا، پھر آپ نماز مغرب پڑھ کر وہاں سے واپس ہوئے اور اپنے پروگرام کے مطابق وہاں سے روانہ ہو گئے۔

امام علیہ السلام تو تشریف لے گئے لیکن ایک عظیم نشانی چھوڑ گئے اور وہ یہ تھی کہ جس خشک درخت کے تھالے میں آپ نے وضو فرمایا تھا وہ سرسبز و شاداب ہو گیا، اور رات ہی بھر میں وہ تیار پھلوں سے لدگیا لوگوں نے اسے دیکھ کر بے انتہا تعجب کیا (ارشاد ص ۴۷۹، اعلام الوری ص ۲۰۵، نور الابصار ص ۱۴۷، شواہد النبوت ص ۲۰۵) ۔

کوفہ سے روانہ ہو کر طے مراحل و قطع منازل کرتے ہوئے آپ مدینہ منورہ پہنچے وہاں پہنچ کر آپ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں منہمک و مشغول ہو گئے پند و نصائح، تبلیغ وہدایت کے علاوہ آپ نے اخلاق کا عملی درس شروع کر دیا خاندانی طرہ امتیاز کے بموجب ہر ایک سے جھک کر ملنا ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنا مساوات اور سادگی کو ہر حال میں پیش نظر رکھنا، غرباء کی پوشیدہ طور پر خبر لینا، دوستوں کے علاوہ دشمنوں تک سے اچھا سلوک کرتے رہنا مہمانوں کی خاطر داری میں انہاک اور علمی و مذہبی پیاسوں کے لیے فیض کے چشموں کو جاری رکھنا، آپ کی سیرت زندگی کا نمایاں پہلو تھا اہل دنیا جو آپ کی بلندی نفس کا پورا اندازہ رنہ رکھتے تھے انہیں یہ تصور ضروری ہوتا تھا کہ ایک کمسن بچے کا عظیم الشان مسلمان سلطنت کے شہنشاہ کا داماد ہو جانا یقینا اس کے چال ڈھال، طور طریقے کو بدل دے گا اور اس کی زندگی دوسرے سانچے میں ڈھل جائے گی۔

حقیقت میں یہ ایک بہت بڑا مقصد ہو سکتا ہے جو مامون کی کوتاہ نگاہ کے سامنے بھی تھا بنی امیہ یا بنی عباس کے بادشاہوں کو آل رسول کی ذات سے اتنا اختلاف نہ تھا، جتنا ان کی صفات سے تھا وہ ہمیشہ اس کے درپئے رہتے تھے کہ بلندی اخلاق اور معراج انسانیت کا وہ مرکز جو مدینہ منورہ میں قائم ہے اور جو سلطنت کے مادی اقتدار کے مقابلہ میں ایک مثالی روحانیت کا مرکز بنا ہوا ہے، یہ کسی طرح ٹوٹ جائے اسی کے لیے گھبرا گھبرا کر وہ مختلف تدبیریں کرتے تھے۔

امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کرنا، اسی کی ایک شکل تھی اور پھر امام رضا کو ولی کو عہد بنانا اسی کا دوسرا طریقہ تھا فقط ظاہری شکل وصورت میں ایک کا انداز معاندانہ اور دوسرے کا طریقہ ارادت مندی کے روپ میں تھا، مگر اصل حقیقت دونوں صورتوں کی ایک تھی، جس طرح امام حسین نے بیعت نہ کی، تو وہ شہید کر ڈالے گئے، اسی طرح امام رضا علیہ السلام ولی عہد ہونے کے باوجود حکومت کے مادی مقاصد کے ساتھ ساتھ نہ چلے تو آپ کو زہر کے ذریعہ سے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا گیا۔

اب مامون کے نقطہ نظر سے یہ موقع انتہائی قیمتی تھا کہ امام رضا کا جانشین ایک آٹھ، نو، برس کا بچہ ہے، جو تین چار برس پہلے ہی باپ سے چھڑا لیا جا چکا تھا حکومت وقت کی سیاسی سوجھ بوجھ کہہ رہی تھی کہ اس بچہ کو اپنے طریقے پر لانا نہایت آسان ہے اور اس کے بعد وہ مرکز جو حکومت وقت کے خلاف ساکن اور خاموش مگر انتہائی خطرناک قائم ہے ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔

مامون رشید عباسی، امام رضا علیہ السلام کے ولی عہدی کی مہم میں اپنی ناکامی کو مایوسی کا سبب نہیں تصور کرتا تھا اس لے ے کہ امام رضا کی زندگی ایک اصول پر قائم رہ چکی تھی، اس میں تبدیلی نہیں ہوئی تو یہ ضروری نہیں کہ امام محمد تقی جو آٹھ ،نو برس کے سن سے قصر حکومت میں نشو ونما پا کر بڑھیں وہ بھی بالکل اپنے بزرگوں کے اصول زندگی پر برقرار ہیں۔

سوائے ان لوگوں کے جوان مخصوص افراد کے خداداد کمالات کو جانتے تھے اس وقت کا ہر شخص یقینا مامون ہی کا ہم خیال ہوگا، مگر حکومت کو حیرت ہو گئی جب یہ دیکھا کہ وہ نو برس کا بچہ جسے شہنشاہ اسلام کا داماد بنایا گیا ہے اس عمر میں اپنے خاندانی رکھ رکھاؤ اور اصول کا اتنا پابند ہے کہ وہ شادی کے بعد محل شاہی میں قیام سے انکار کر دیتا ہے ،اور اس وقت بھی کہ جب بغداد میں قیام رہتا ہے تو ایک علیحدہ مکان کرایہ پر لے کر اس میں قیام فرماتے ہیں اس سے بھی امام کی مستحکم قوت ارادی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے عموماما لی اعتبار سے لڑکی والے جو کچھ بھی بڑا درجہ رکھتے ہوتے ہیں تو وہ یہ پسند کرتے ہیں کہ جہاں وہ رہیں وہیں داماد بھی رہے اس گھر میں نہ سہی تو کم از کم اسی شہر میں اس کا قیام رہے، مگر امام محمد تقی نے شادی کے ایک سال بعد ہی مامون کو حجاز واپس جانے کی اجازت پر مجبور کر دیا یقینا یہ امر ایک چاہنے والے باپ اور مامون ایسے باقتدار کے لیے انتہائی ناگوار تھا مگر اسے لڑکی کی جدائی گوارا کرنا پڑی اور امام مع ام الفضل کے مدینہ تشریف لے گئے۔

مدینہ تشریف لانے کے بعد ڈیوڑھی کا وہی عالم رہا جو اس کے پہلے تھا ،نہ پہرہ دار نہ کوئی خاص روک ٹوک، نہ تزک واحتشام نہ اوقات ملاقات، نہ ملاقاتیوں کے ساتھ برتاؤ میں کوئی تفریق زیادہ تر نشست مسجد نبوی میں رہتی تھی جہاں مسلمان حضرت کے وعظ ونصیحت سے فائدہ اٹھاتے تھے راویان حدیث، اخبار واحادیث دریافت کرتے تھے طالب علم مسائل پوچھتے تھے ،صاف ظاہر تھا کہ جعفر صادق ہی کا جانشین اور امام رضا کا فرزند ہے جو اسی مسند علم پر بیٹھا ہوا ہدایت کا کام انجام دے رہا ہے۔

امور خانہ داری اور ازدواجی زندگی میں آپ کے بزرگوں نے اپنی بیویوں کو جن حدود میں رکھا ہوا تھا انہیں حدود میں آپ نے ام الفضل کو بھی رکھا، آپ نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی کہ آپ کی بیوی ایک شہنشاہ وقت کی بیٹی ہے چنانچہ ام الفضل کے ہوتے ہوئے آپ نے حضرت عمار یاسر کی نسل سے ایک محترم خاتون کے ساتھ عقد بھی فرمایا اور قدرت کو نسل امامت اسی خاتون سے باقی رکھنا منظور تھی ،یہی امام علی نقی کی ماں ہوئیں ام الفضل نے اس کی شکایت اپنے باپ کے پاس لکھ کر بھیجی، مامون کے دل کے لیے بھی یہ کچھ کم تکلیف دہ امر نہ تھا، مگر اسے اب اپنے کئے کو نباہنا تھا اس نے ام الفضل کو جواب میں لکھا کہ میں نے تمہارا عقد ابو جعفر سے ساتھ اس لیے نہیں کیا کہ ان پر کسی حلال خدا کو حرام کر دوں خبردار ! مجھ سے اب اس قسم کی شکایت نہ کرنا۔

یہ جواب دے کر حقیقت میں اس نے اپنی خفت مٹائی ہے ہمارے سامنے اس کی نظریں موجود ہیں کہ اگر مذہبی حیثیت سے کوئی بااحترام خاتون ہوئی ہے تو اس کی زندگی میں کسی دوسری بیوی سے نکاح نہیں کیا گیا، جیسے پیغمبر اسلام کے لیے جناب خدیجۃ اور حضرت علی المرتضی کے لیے جناب فاطمۃ الزہراء ، مگر شہنشاہ دنیا کی بیٹی کو یہ امتیاز دینا صرف اس لیے کہ وہ ایک بادشاہ کی بیٹی ہے اسلام کی اس روح کے

خلاف تھا جس کے آل محمد محافظ تھے اس لیے امام محمد تقی علیہ السلام نے اس کے خلاف طرز عمل اختیار کرنا اپنا فریضہ سمجھا (سوانح محمد تقی جلد ۲ ص ۱۱) ۔

امام محمد تقی علیہ السلام اور طی الارض

امام محمد تقی علیہ السلام اگرچہ مدینہ میں قیام فرماتے تھے لیکن فرائض کی وسعت نے آپ کو مدینہ ہی کے لے محدود نہیں رکھا تھا آپ مدینہ میں رہ کر اطراف عالم کے عقیدت مندوں کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے یہ ضروری نہیں کہ جس کے ساتھ کرم گستری کی جائے وہ آپ کے کوائف وحالات سے بھی آگاہ ہو عقیدہ کا تعلق دل کی گہرائی سے ہے کہ زمین وآسمان ہی نہیں ساری کائنات ان کے تابع ہوتی ہے انہیں اس کی ضرورت نہیں پڑتی کہ وہ کسی سفر میں طے مراحل کے لیے زمین اپنے قدموں سے ناپا کریں، ان کے لیے یہی بس ہے کہ جب اور جہاں چاہیں چشم زدن میں پہنچ جائیں اور یہ عقلا محال بھی نہیں ہے ایسے خاصان خدا کے اس قسم کے واقعات قران مجید میں بھی ملتے ہیں۔

آصف بن برخیا وصی جناب سلیمان علیہ السلام کے لیے علماء نے اس قسم کے واقعات کا حوالہ دیا ہے ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے، وہاں ایک شخص کو اس مقام پر عبادت میں مصروف ومشغول پایا جس جگہ امام حسین کا سر مبارک لٹکایا گیا تھا آپ نے اس سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو وہ روانہ ہوا، ابھی چند قدم نہ چلا تھا، کہ کوفہ کی مسجد میں جا پہنچا وہاں نماز ادا کرنے کے بعد جو روانگی ہوئی، تو صرف چند منٹوں میں مدینہ منورہ جا پہنچے اور زیارت ونماز سے فراعنت کی گئی، پھر وہاں سے چل کر لمحوں میں مکہ معظّمہ رسیدگی ہوئی، طواف ودیگر عبادت سے فراعنت کے بعد آپ نے چشم زدن میں اسے شام کی مسجد میں پہنچادیا۔

اور خود نظروں سے اوجل ہو کر مدینہ منورہ جا پہنچے پھر جب دوسرا سال آیا تو آپ بدستور شام کی مسجد میں تشریف لے گئے اور اس عابد سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو، چنانچہ وہ چل پڑا آپ نے چند لمحوں میں اسے سال گزشتہ کی طرح تمام مقدس مقامات کی زیارت کرادی پہلے ہی سال کے واقعہ سے وہ شخص بے انتہا متاثر تھا ہی، کہ دوسرے سال بھی ایسا ہی واقعہ ہو گیا اب کی مرتبہ اس نے مسجد شام واپس پہنچتے ہی ان کا دامن تھام لیا اور قسم دے کر پوچھا کہ فرمایئے آپ اس عظیم کرامت کے مالک کون ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں محمد بن علی (امام محمد تقی ہوں) اس نے بڑی عقیدت اور تعظیم وتکریم کے مراسم دا اکیئے۔

آپ کے واپس تشریف لے جانے کے بعد یہ خبر بجلی کی طرح تمام پھیل گئ جب والی شام محمد بن عبدالملک کو اس کی اطلاع ملی اور یہ بھی پتہ چلا کہ لوگ اس واقعہ سے بے انتہا متاثر ہو گئے ہیں تو اس نے اس عابد پر "مدعی نبوت" ہونے کا الزام لگا کر اسے قید کر دیا اور پھر شام سے منتقل کراکے عراق بھجوادیا اس نے والی کو قید خانہ سے ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ میں بے خطا ہوں، مجھے رہا کیا جائے، تو اس نے خط کی پشت پر لکھا کہ جو شخص تجھے شام سے کوفہ اور کوفہ سے مدینہ اور وہاں سے مکہ اور پھر وہاں سے شام پہنچا سکتا ہے اپنی رہائی میں اسی کی طرف رجوع کر۔

اس جواب کے دوسرے دن یہ شخص مکمل سختی کے باوجود، سخت ترین پہرہ کے ہوتے ہوئے قید خانہ سے غائب ہوگیا، علی بن خالد راوی کابیان ہے کہ جب میں قید خانہ کے پھاٹک پر پہنچا تو دیکھا کہ تمام ذمہ داران حیران وپریشان ہیں، اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ عابد شامی زمین میں سماگیا یا آسمان پر اٹھالیا گیا، علامہ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے علی بن خالد جو دوسرے مذہب کا پیرو تھا، امامیہ مسلک کا معتقد ہوگیا (شواہد النبوت ص ۲۰۵، نورالابصار ص ۱۴۶، اعلام الوری ص ۲۰۱، ارشاد مفید ص ۴۸۱) ۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے بعض کرامات

صاحب تفسیر علامہ حسین واعظ کاشفی کابیان ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے کرامات بے شمار ہیں (روضۃ الشہدا ص ۴۳۸) میں بعض کاتذکرہ مختلف کتب سے کرتا ہوں۔

علامہ عبدالرحمٰن جامی تحریر کرتے ہیں کہ :

۱۔ مامون رشید کے انتقال کے بعد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایاکہ اب تیس ماہ بعد میرا بھی انتقال ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیاکہ ایک مسماۃ (ام الحسن) نے آپ سے درخواست کی ہے کہ اپنا کوئی جامہ کہنہ دیجیے تاکہ میں اسے اپنے کفن میں رکھوں آپ نے فرمایاکہ اب جامہ کہنہ کی ضرورت نہیں ہے روای کا بیان ہے کہ میں وہ جواب لے کرجب واپس ہوا تو معلوم ہوا کہ ۱۳۔۱۴دن ہوگئے ہیں کہ وہ انتقال کرچکی ہے۔

۳۔ایک شخص (امیہ بن علی) کہتاہے کہ میں اور حماد بن عیسی ایک سفر میں جاتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ سے رخصت ہولیں، آپ نے ارشادفرمایاکہ تم آج اپنا سفر ملتوی کردو، چنانچہ میں حسب الحکم ٹھہرگیا، لیکن میرا ساتھی حماد بن عیسی نے کہاکہ میں نے سارا سامان سفر گھرسے نکال رکھاہے اب اچھانہیں معلوم ہوتا کہ سفر ملتوی کردوں، یہ کہہ کروہ روانہ ہوگیا اور چلتے چلتے رات کو ایک وادی میں جا پہنچا اور وہیں قیام کیا، رات کے کسی حصہ میں عظیم الشان سیلاب آگیا، اور وہ تمام لوگوں کے ساتھ حماد کو بھی بہاکرلے گیا (شواہد النبوت ص ۲۰۲) ۔

۴۔ علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ معمر بن خلاد کابیان ہے کہ ایک دن مدینہ منورہ میں جب کہ آپ بہت کمسن تھے مجھ سے فرمایاکہ چلو میرے ہمراہ چلو! چنانچہ میں ساتھ ہوگیا حضرت نے مدینہ سے باہر نکل کرے ایک وادی میں جاکر مجھ سے فرمایاکہ تم ٹھرجاؤ میں ابھی آتاہوں چنانچہ آپ نظروں سے غائب ہوگئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس ہوئے واپسی پرآپ بے انتہاء ملول اور رنجیدہ تھے، میں نے پوچھا: فرزند رسول! آپ کے چہرہ مبارک سے آثار حزن وملال کیوں ہویدا ہیں ارشادفرمایاکہ اسی وقت بغداد سے واپس آرہاہوں وہاں میرے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السلام زہر سے شہید کردیئے گئے ہیں میں ان پر نماز وغیرہ ادا کرنے گیا تھا۔

۵۔ قاسم بن عبادالرحمٰن کابیان ہے کہ میں بغداد میں تھا میں نے دیکھاکہ کسی شخص کے پاس تمام لوگ برابرآتے جاتے ہیں میں نے دریافت کیاکہ جس کے پاس آنے جانے کاتانتابندھاہواہے یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہاکہ ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام ہیں ابھی یہ باتیں ہوہی رہی تھیں کہ آپ ناقہ پرسواراس طرف سے گذرے، قاسم کہتاہے کہ انہیں دیکھ کرمیں نے دل میں کہاکہ وہ لوگ بڑے بیوقوف ہیں جوآپ کی امامت کے قائل ہیں اورآپ کی عزت وتوقیر کرتے ہیں، یہ توبچے ہیں اور میرے دل میں ان کی کوئی وقعت محسوس نہیں ہوتی، میں اپنے دل میں یہی سوچ رہاتھاکہ آپنے قریب آکرفرمایاکہ اے قاسم بن عبدالرحمٰن جوشخص ہماری اطاعت سے گریزاں ہے وہ جہنم میں جائے گاآپ کے اس فرمانے پرمیں نے خیال کیاکہ یہ جادوگرہیں کہ انہوں نے میرے دل کے ارادے کومعلوم کرلیاہے جیسے ہی یہ خیال میرے دل میں آیاآپ نے فرمایاکہ تمہارے خیال بالکل غلط ہیں تم اپنے عقیدے کی اصلاح کرو یہ سن کرمیں نے آپ کی امامت کااقرارکیااور مجھے ماننا پڑاکہ آپ حجت اللہ ہیں۔

۶۔ قاسم بن الحسن کابیان ہے کہ میں ایک سفر میں تھا، مکہ اورمدینہ کے درمیان ایک مفلوج الحال شخص نے مجھ سے سوال کیا، میں نے اسے روٹی کاایک ٹکڑادیدیا ابھی تھوڑی دیرگذری تھی کہ ایک زبردست آندھی آئی اوروہ میری پگڑی اڑاکرلے گئی میں نے بڑی تلاش کی لیکن وہ دستیاب نہ ہوسکی جب میں مدینہ پہنچااورحضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے ملنے گیاتوآپ نے فرمایاکہ اے قاسم تمہاری پگڑی ہوااڑالے گئی میں نے عرض کی جی حضور! آپ نے اپنے ایک غلام کوحکم دیاکہ ان کی پگڑی لے آؤغلام نے پگڑی حاضر کی میں نے بڑے تعجب سے دریافت کیاکہ مولا! یہ پگڑی یہاں کیسے پہنچی ہے آپ نے فرمایاکہ تم نے جوره خدامیں روٹی کاٹکڑادیاتھا، اسے خدانے قبول فرمالیاہے، اے قاسم خداوندعالم یہ نہیں چاہتاجواس کی راہ میں صدقہ دیے وہ اسے نقصان پہنچنے دے۔

۷۔ ام الفضل نے حضرت امام محمد تقی کی شکایت اپنے والدمامون رشید عباسی کولکھ کر بھیجی کہ ابوجعفر میرے ہوتے ہوئے دوسری شادی بھی کررہے ہیں اس نے جواب دیاکہ میں نے تیری شادی ان کے ساتھ اس نہیں کی حلال خداکوحرام کردوں انہیں قانون خداوندی اجازت دیتاہے کہ وہ دوسری شادی کریں، اس میں تیراکیادخل ہے دیکھ آئندہ سے اس قسم کی کوئی شکایت نہ کرنا اورسن تیرافریضہ ہے کہ تواپنے شوہرابوجعفرکوجس طرح ہوراضی رکھ اس تمام خط وکتابت کی اطلاع حضرت کوہوگئی (کشف الغمہ ص ۱۲۰)۔

علامہ شیخ حسین بن عبدالوہاب تحریرفرماتے ہیں کہ ایک دن ام الفضل نے حضرت کی ایک بیوی کوجوعماریاسر کی نسل سے تھی دیکھاتومامون رشید کوکچھ اس طرح سے کہاکہ وہ حضرت کے قتل پرآمادہ ہوگیا، مگرقتل نہ کرسکا (عیون المعجزات ص ۱۵۴ طبع ملتان)۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ہدایات وارشادات

یہ ایک مسلہ حقیقت ہے کہ بہت سے بزرگ مرتبہ علماء نے آپ سے علوم اہل بیت کی تعلیم حاصل کی آپ کے لیے مختصر حکیمانہ مقولوں کابھی ایک ذخیرہ ہے، جیسے آپ کے جدبزرگوارحضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے کثرت سے پائے جاتے ہیں جناب

امیر علیہ السلام کے بعد امام محمد تقی علیہ السلام کے مقولوں کو ایک خاص درجہ حاصل ہے بعض علماء نے آپ کے مقولوں کو تعداد کئی ہزار بتائی ہے علامہ شبلنجی بحوالہ فصول المہمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ :

۱۔ خداوند عالم جسے جو نعمت دیتا ہے بہ ارادہ دوام دیتا ہے، لیکن اس سے وہ اس وقت زائل ہو جاتی ہے جب وہ لوگوں یعنی مستحقین کو دینا بند کر دیتا ہے۔

۲۔ ہر نعمت خداوندی میں مخلوق کا حصہ ہے جب کسی کو عظیم نعمتیں دیتا ہے تو لوگوں کی حاجتیں بھی کثیر ہو جاتی ہیں اس موقع پر اگر صاحب نعمت (مالدار) عہدہ برآ ہو سکا تو خیر ورنہ نعمت کا زوال لازمی ہے۔

۳۔ جو کسی کو بڑا سمجھتا ہے اس سے ڈرتا ہے۔

۴۔ جس کی خواہشات زیادہ ہوں گی اس کا جسم موٹا ہوگا۔ ۵۔ صحیفہ حیات مسلم کا سرنامہ "حسن خلق" ہے۔

۶۔ جو خدا کے بھروسے پر لوگوں سے بے نیاز ہو جائے گا، لوگ اس کے محتاج ہوں گے۔ ۷۔ جو خدا سے ڈرے گا تو لوگ اسے دوست رکھیں گے۔

۸۔ انسان کی تمام خوبیوں کا مرکز زبان ہے۔ ۹۔ انسان کے کمالات کا دارومدار عقل کے کمال پر ہے۔

۱۰۔ انسان کے لیے فقر کی زینت "عفت" ہے خدائی امتحان کی زینت شکر ہے حسب کی زینت تواضع اور فرتنی ہے کلام کی زینت "فصاحت" ہے روایات کی زینت "حافظہ" ہے علم کی زینت انکساری ہے ورع و تقوی کی زینت "حسن ادب" ہے قناعت کی زینت "خندہ پیشانی" ہے ورع و پرہیزگاری کی زینت تمام مہملات سے کنارہ کشی ہے۔

۱۱۔ ظالم اور ظالم کا مددگار اور ظالم کے فعل کے سراہانے والے ایک ہی زمر میں ہیں یعنی سب کا درجہ برابر ہے۔

۱۲۔ جو زندہ رہنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ برداشت کرنے کے لیے اپنے دل کو صبر آزما بنا لے۔

۱۳۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ہونی چاہئیں اول استغفار دوم نرمی اور فرتنی سوم کثرت صدقہ۔

۱۴۔ جو جلد بازی سے پرہیز کرے گا لوگوں سے مشورہ لے گا، اللہ پر بھروسہ کرے گا وہ کبھی شرمندہ نہیں ہوگا۔ ۱۵۔ اگر جاہل زبان بند رکھے تو اختلافات نہ ہوں گے ۱۶۔ تین باتوں سے دل موہ لیے جاتے ہیں ۱۔ معاشرہ انصاف ۲۔ مصیبت میں ہمدردی ۳۔ پریشان خاطری میں تسلی۔

۱۷۔ جو کسی بری بات کو اچھی نگاہ سے دیکھے گا، وہ اس میں شریک سمجھا جائے گا۔ ۱۸۔ کفران نعمت کرنے والاخدا کی ناراضگی کو دعوت دیاہے۔

۱۹۔ جو تمہارے کسی عطیہ پر شکریہ ادا کرے، گویا اس نے تمہیں اس سے زیادہ دیدیا۔

۴۔ جس کی خواہشات زیادہ ہوں گی اس کا جسم موٹا ہوگا۔ ۵۔ صحیفہ حیات مسلم کا سرنامہ "حسن خلق" ہے۔

۶۔ جو خدا کے بھروسے پر لوگوں سے بے نیاز ہو جائے گا، لوگ اس کے محتاج ہوں گے۔ ۷۔ جو خدا سے ڈرے گا تو لوگ اسے دوست رکھیں گے۔

۸۔ انسان کی تمام خوبیوں کا مرکز زبان ہے۔ ۹۔ انسان کے کمالات کا دارومدار عقل کے کمال پر ہے۔

۱۰۔ انسان کے لیے فقر کی زینت "عفت" ہے خدائی امتحان کی زینت شکر ہے حسب کی زینت تواضع اور فرتنی ہے کلام کی زینت "فصاحت" ہے روایات کی زینت "حافظہ" ہے علم کی زینت انکساری ہے ورع و تقوی کی زینت "حسن ادب" ہے قناعت کی زینت "خندہ پیشانی" ہے ورع وپرہیزگاری کی زینت تمام مہملات سے کنارہ کشی ہے۔

۱۱۔ ظالم اور ظالم کا مددگار اور ظالم کے فعل کے سراہانے والے ایک ہی زمرمیں ہیں یعنی سب کا درجہ برابر ہے۔

۱۲۔ جو زندہ رہنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ برداشت کرنے کے لیے اپنے دل کو صبر آزما بنالے۔

۱۳۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ہونی چاہئیں اول استغفار دوم نرمی اور فرتنی سوم کثرت صدقہ۔

۱۴۔ جو جلد بازی سے پرہیز کرے گا لوگوں سے مشورہ لے گا، اللہ پر بھروسہ کرے گا وہ کبھی شرمندہ نہیں ہوگا۔ ۱۵۔ اگر جاہل زبان بند رکھے تو اختلافات نہ ہوں گے ۱۶۔ تین باتوں سے دل موہ لیے جاتے ہیں ۱۔ معاشرہ انصاف ۲۔ مصیبت میں ہمدردی ۳۔ پریشان خاطری میں تسلی۔

۱۷۔ جو کسی بری بات کو اچھی نگاہ سے دیکھے گا، وہ اس میں شریک سمجھا جائے گا۔ ۱۸۔ کفران نعمت کرنے والاخدا کی ناراضگی کو دعوت دیاہے۔

۱۹۔ جو تمہارے کسی عطیہ پر شکریہ ادا کرے، گویا اس نے تمہیں اس سے زیادہ دیدیا۔

۲۰۔ جو اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کرے وہ اس کا حسن ہے، اور جو علانیہ نصیحت کرے، گویا اس نے اس کے ساتھ برائی کی۔

۲۱۔ عقلمندی اور حماقت جوانی کے قریب تک ایک دوسرے پر انسان پر غلبہ کرتے رہتے ہیں اور جب ۱۸ سال پورے ہو جاتے ہیں تو استقلال پیدا ہو جاتا ہے اور راہ معین ہو جاتی ہے۔

۲۲۔ جب کسی بندہ پر نعمت کا نزول ہو اور وہ اس نعمت سے متاثر ہو کر یہ سمجھے کہ یہ خدا کی عنایت و مہربانی ہے تو خداوند عالم کا شکر کرنے سے پہلے اس کا نام شاکرین میں لکھ لیتا ہے اور جب کوئی گناہ کرنے کے ساتھ یہ محسوس کرے کہ میں خدا کے ہاتھ میں ہوں، وہ جب اور جس طرح چاہے عذاب کر سکتا ہے تو خداوند عالم اسے استغفار سے قبل بخش دیتا ہے۔

۲۳۔ شریف وہ ہے جو عالم ہے اور عقلمند وہ ہے جو متقی ہے۔ ۲۴۔ جلد بازی کر کے کسی امر کو شہرت نہ دو، جب تک تکمیل نہ ہو جائے۔

۲۵۔ اپنی خواہشات کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ دل تنگ ہو جائے۔ ۲۶۔ اپنے ضعیفوں پر رحم کرو اور ان پر ترحم کے ذریعہ سے اپنے لیے خدا سے رحم کی درخواست کرو۔

۲۷۔ عام موت سے بری موت وہ ہے جو گناہ کے ذریعہ سے ہو اور عام زندگی سے خیر و برکت کے ساتھ والی زندگی بہتر ہے۔

۲۸۔ جو خدا کے لیے اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچائے وہ ایسا ہے جیسے اس نے اپنے لیے جنت میں گھر بنالیا۔

۲۹۔ جو خدا پر اعتماد رکھے اور اس پر توکل اور بھروسہ کرے خدا اسے ہر برائی سے بچاتا ہے اور اس کی ہر قسم کے دشمن سے حفاظت کرتا ہے۔

۳۰۔ دین عزت ہے، علم خزانہ ہے اور خاموشی نور ہے۔ ۳۱۔ زہد کی انتہا ورع و تقوی ہے۔ ۳۲۔ دین کو تباہ کر دینے والی چیز بدعت ہے۔

۳۳۔ انسان کو برباد کرنے والی چیز "لالچ" ہے۔ ۳۴۔ حاکم کی صلاحیت رعایا کی خوشحالی کا دار و مدار ہے۔ ۳۵۔ دعا کے ذریعہ سے ہر بلا ٹل جاتی ہے۔

۳۶۔ جو صبر و ضبط کے ساتھ میدان میں آجائے وہ کامیاب ہوگا۔ ۳۷۔ جو دنیا میں تقوی کا بیج بوئے گا آخرت میں دلی مرادوں کا پھل پائے گا۔ (نور الابصار ص ۱۴۸ طبع مصر)۔

امام محمد تقی کی نظربندی، قید اور شہادت

مدینہ رسول سے فرزند رسول کو طلب کرنے کی غرض چونکہ نیک نیتی پر مبنی نہ تھی، اس لیے عظیم شرف کے باوجود آپ حکومت وقت کی کسی رعایت کے قابل نہیں متصور ہوئے معتصم نے بغداد بلوا کر آپ کو قید کر دیا، علامہ اربلی لکھتے ہیں، کہ چون معتصم بخلافت بہ نشست آنحضرت را از مدینہ طیبہ بدار الخلافۃ بغداد آورد و حبس نمود (کشف الغمہ ص ۱۲۱) ۔

ایک سال تک آپ نے قید کی سختیاں صرف اس جرم میں برداشت کیں کہ آپ کمالات امامت کے حامل کیوں ہیں اور آپ کو خدا نے یہ شرف کیوں عطا فرمایا ہے بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ پر اس قدر سختیاں تھیں اور اتنی کڑی نگرانی اور نظربندی تھی کہ آپ اکثر اپنی زندگی سے بیزار ہو جاتے تھے بہرحال وہ وقت آگیا کہ آپ صرف ۲۵/ سال ۳ ماہ ۱۲/ یوم کی عمر میں قید خانہ کے اندر آخری ذی قعدہ (بتاریخ ۲۹/ ذی قعدہ ۲۲۰ ہجری یوم سہ شنبہ) معتصم کے زہر سے شہید ہوگئے (کشف الغمہ ص ۱۲۱، صواعق محرقہ ص ۱۲۳، روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۶، اعلام الوری ص ۲۰۵، ارشاد ص ۴۸۰، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷، انوار الحسینیہ ص ۵۴) ۔

آپ کی شہادت کے متعلق ملا مبین کہتے ہیں کہ معتصم عباسی نے آپ کو زہر سے شہید کیا (وسیلۃ النجات ص ۲۹۷) علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ آپ کو امام رضا کی طرح زہر سے شہید کیا گیا (صواعق محرقہ ص ۱۲۳) علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ "گویند بہ زہر شہید شہ" کہتے ہیں کہ آپ زہر سے شہید ہوئے (روضۃ الشہداء ص ۴۳۸) ۔ملا جامی کی کتاب میں ہے "قیل مات مسموما" کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات زہر سے ہوئی ہے (شواہد النبوت ص ۲۰۴) ۔علامہ نعمت اللہ جزائری لکھتے ہیں کہ "مات مسموما قد سمہ المعتصم" آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں اور یقینا معتصم نے آپ کو زہر دیا ہے، انوار العنمانیہ ص ۱۹۵)

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ انہ مات مسموما آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں **"یقال ان ام الفضل بنت المامون سقتہ، بامر ابیہا"** کہا جاتا ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی ام الفضل نے اپنے باپ مامون کے حکم کے مطابق (معتصم کی مدد سے) زہر دے کر شہید کیا (نور الابصار ص ۱۴۷ ،ارجح المطالب ص ۴۶۰) ۔

مطالب یہ ہوا کہ مامون رشید نے امام محمد تقی کے والد ماجد امام رضا کو اور اس کی بیٹی نے امام محمد تقی کو بقول امام شبلنجی شہید کر کے اپنے وطیرہ مستمرۃ اور اصول خاندانی کو فروغ بخشا ہے، علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ "دخلت امراتہ ام الفضل الی قصر المعتصم" کہ امام محمد تقی کو شہید کر کے ان کی بیوی ام الفضل معتصم کے پاس چلی گئی بعض معاصرین لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے شہادت کے وقت ام الفضل کے بدترین مستقبل کا ذکر فرمایا تھا جس کے نتیجہ میں اس کے ناسور ہوگیا تھا اور وہ آخر میں دیوانی ہو کر مری۔

مختصر یہ کہ شہادت کے بعد امام علی نقی علیہ السلام نے آپ کی تجہیز و تکفین میں شرکت کی اور نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد آپ مقابر قریش اپنے جد نامدار حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کئے گئے چونکہ آپ کے دادا کا لقب کاظم اور آپ کا لقب جواد بھی تھا اس لیے اس شہرت کو آپ کی شرکت سے "کاظمین" اور وہاں کے اسٹیشن کو آپ کے دادا کی شرکت کی رعایت سے "جوادین" کہا جاتا ہے۔

اس مقبرہ قریش میں جسے کاظمین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۳۵۶ ہجری میں مطابق ۹۹۸ء میں معزالدولہ اور ۴۵۲ ہجری مطابق ۱۰۴۴ء میں جلال الدولہ شاہان آل بویہ کے جنازے اعتقاد مندی سے دفن کئے گئے کاظمین میں جو شاندار روضہ بنا ہوا ہے اس پر بہت سے تعمیری دور گزرے لیکن اس کی تعمیر تکمیل شاہ اسماعیل صفوی نے ۹۲۶ ہجری مطابق ۱۵۲۰ء میں کرائی ۱۲۵۵ ہجری مطابق ۱۸۵۶ء میں محمد شاہ قاچار نے اسے جواہرات سے مرصع کیا۔

آپ کی ازواج اور اولاد

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے چند بیویاں تھیں جن ام الفضل بنت مامون رشید عباسی اور سمانہ خاتون یاسری نمایاں حیثیت رکھتی تھیں جناب سمانہ خاتون جو کہ حضرت عمار یاسر کی نسل سے تھیں، کے علاوہ کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، آپ کو اولاد کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ دو نرینہ اور دو غیر نرینہ تھیں، جن کے اسماء یہ ہیں ا۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام، ۲۔ جناب موسی مبرقع علیہ الرحمۃ، ۳۔ جناب فاطمہ، ۴۔ جناب امامہ، (ارشاد مفید ص ۴۹۳، صواعق محرقہ ص ۱۲۳، روضۃ الشہداء ص ۴۳۸، نور الابصار ص ۱۴۷، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷، کشف الغمہ ص ۱۱۶، اعلام الوری ص ۲۰۵ وغیرہ)۔